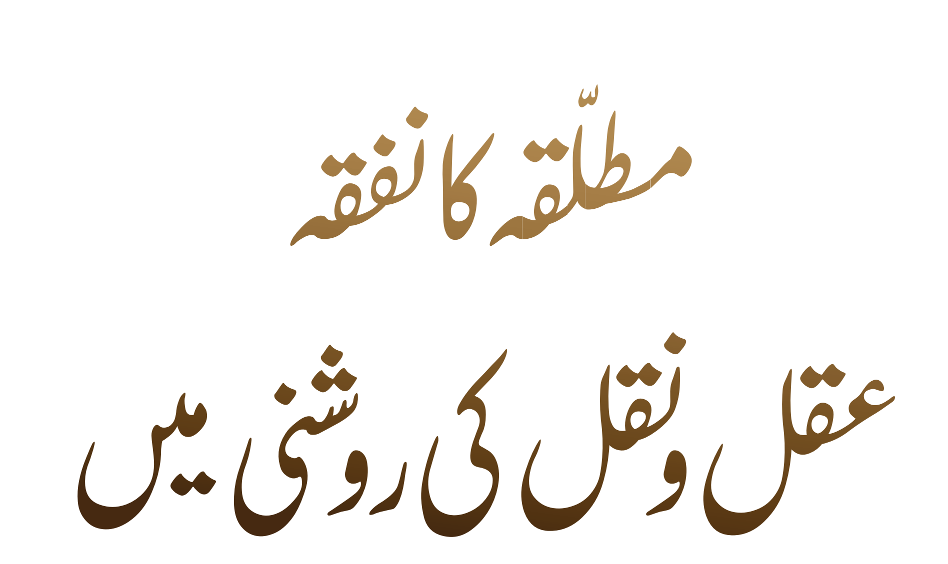


مطلّقہ کا نفقہ

عقل و نقل کی روشنی میں

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

خادم دار العلوم رشیدیہ حیدر آباد

دار العلوم رشیدیہ

مطلّقہ کا نفقہ عقل ونقل کی روشنی میں

مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
خادم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

فہرس

عدّت کے بعد مطلّقہ کے گذاریں کی شکلیں

نقشِ خاطر

طلاق کے نظام سے خود مسلم طبقہ کی ناواقفیت اور بے عملی کے سیل رواں نے کفارِ ہند کو ظالمانہ فیصلہ کا موقع دیا ہے، مسلم خواتین کا عدالتوں کی سیڑھیاں چڑھنا ،کفار سے انصاف کی امید رکھنا ،صبر کے بجائے بھڑاس و بدلہ لینے کی ہوس درحقیقت اسلامی احکام میں مداخلت کی دعوت دینا ہے،حکمران وحکّام کو بھی حق نہیں بنتا کہ وہ مذہبی کتاب وقرآنی آیات کی من مانی تشریح کریں،قانونی کتاب کی تشریح کرنے کی اہلیت حاصل کئے بغیر ہر کالا کورٹ پہننے والا وکیل اور جج نہیں بن جاتا اسی طرح ہر سفید پوش کو قرآنی آیات کی تشریح کا حق حاصل نہیں ہوتا چہ جائے کہ سیاہ کورٹ پہننے والے اپنے کو اہل سمجھنے لگیں۔

حکّام کو سمجھنا چاہئے کہ قانون سازی سے زیادہ اصلاحی کوششوں کو اہمیت دینا زیادہ ضروری ہے، جبکہ ملک قانون سازی میں جتنی پیش قدمی کررہا ہے اس سے دس فیصد بھی سماجی اصلاح کا اقدام نہیں کررہا ہے،قانون کا دباؤ صرف جسم پر ہوتا ہے دل پر نہیں ہوتا،سماجی اصلاحی کوششوں کا اثر دل پر ہوتا ہے،دوسری یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جمہوری ملک میں قانون سازی ایسی ہونی چاہئے جو مذہبی قانون سے نہ ٹکرائے، اس سے اقلیتوں کے حقوق پر زد نہیں پڑتی اور نہ انتشار کا ماحول جنم لیتا ہے۔ ورنہ مذہب پسند احباب تو مذہب پر عمل کو ترجیح دیں گے اور دینا بھی ضروری ہے اور جو مفاد پرست لوگ ہیں وہ ملکی قانون کے سہارے سے مخاطب پر ظلم کو روا کرلیں گے، بالخصوص شریعت کا قانونِ طلاق ونفقہ بالکل انسانی فطرت کے عین موافق ہے،یہ بدیہی بات ہے کہ خدائی قانون سے بہتر قانون انسان نہیں بنا سکتا۔

اس ملک کے خواتین کے حقیقی مسائل شوہروں کا نشہ، جوا،قتل،ظلم،مار پیٹ،غیر ضروری ٹیکسوں کا بوجھ،نکاح بیوگان پر عدم توجہ،دختر کشی،ماب لنچنگ،عدالتوں میں فیصلہ کی تاخیر،یا یکطرفہ فیصلہ،جیلوں میں بے گناہوں کی قید وبند کی زندگی،عورتوں کا گھریلو زندگی پر کمپنی ونوکری کی زندگی کو ترجیح دینا،نوجوانوں کی بے روزگاری، بڑھتی مہنگائی،ملازمتوں کا فقدان،تعلیم پر مغربی چھاپ،وغیرہ اصل مسائل ہیں جن پر توجہ دینا ضروری ہے۔

نکاح کو جتنا مشکل بنادیا اتنا ہی آسان طلاق کو بنادیں گے تو عورتوں پر ظلم ہی ہوگا،سماج میں جوڑ مشکل توڑ آسان ہو ہی جائے گا،نکاح کے لئے ہزاروں مشورے اور لاکھوں کی رقم چاہئے،طلاق کے لئے کسی ایک عالم دین کا مشورہ بھی نہیں چاہئے؟ جبکہ نکاح کی حقیقت یہ ہے کہ شروع ہوتا بھی ہے زبان سے اور ختم ہوتا بھی ہے زبان پر،تھن سے نکلا دودھ،بندوق سے نکلی گولی،زبان سے نکلی بولی واپس نہیں آتی۔

مطلقہ عورت کو دو وقت کی روٹی دینا حقیقی حل نہیں ہے بلکہ اسے نکاحِ ثانی کے ذریعہ گھر بسانے کو آسان کرنا حقیقی حل ہے، پیٹ کی بھوک روزانہ تین وقت کی ہے، شوہر کا سہارا مل جائے تو ہر طرح کی بھوک مٹ سکتی ہے، جبکہ ایسے قانون سے گھر میں چار بیٹیاں اگر طلاق لے کر واپس آجائیں گی تو ماہانہ چالیس ہزار ملتے رہیں گے تو خود والدین بیٹیوں کی طلاق کو پسند کرنے لگیں گے، جس سے ازدواجی زندگی کا جنازہ نکل جائے گا، جنسی استحصال ہوگا، قتل کے واقعات بڑھیں گے، عورتوں کی قطار عدالتوں کے باہر بڑھ جائیگی، ڈوری کیس کی مقدار بڑھ جائے گی، ایسے عورتوں سے وکیلوں کا تعلق بڑھ جائے گا، عدالتی نظام پر مزید بوجھ بڑھے گا۔

زندگی بھر نفقہ کے قانون سے عورت کا ایک فیصد بھی فائدہ نہیں ہے، بلکہ ہر جہت سے نقصان ہے، ایسے قوانین والے ممالک کا جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں مرد نکاح پر زنا تو کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی عورت کو بیوی بنانے سے زیادہ طائفہ بنانے کو پسند کرتے ہیں، یا بیوی کو مطلقہ بنانے سے زیادہ معلّقہ بنانا پسند کریں گے، جیسے خود ملک کے وزیرِ اعظم کا حال ہے، قانون مطلقہ کے لئے بنا ہے نہ کہ معلّقہ کے لئے، جس سے عورت کو نہ شوہر سے نفقہ ملے گا اور نہ ہی طلاق ملے گی کہ دوسرے کے نکاح میں جا پائے۔

افسوس تو تب ہوتا ہے کہ بیٹی کے نکاح پر پندرہ بیس لاکھ خرچ کر کے خوش ہونے والے باپ کا اپنی بیٹی کے مطلقہ و بیوہ ہونے پر دس پندرہ ہزار خرچ کرتے ہوئے دم نکل جاتا ہے؛ بہن کی شادی دھوم دھام سے کرنے والے بھائی کا اس وقت دم کیوں گھٹتا ہے جب وہ بیوگی کے عالم میں بے سہارا واپس لوٹتی ہے، کیا ہر طلاق کے واقعہ میں لڑکی کا ہی قصور ہوتا ہے؟ کیا شوہر کی موت میں بیوی کا بھی دخل ہوتا ہے؟ کرونا کی بیوہ خواتین ہزاروں کی تعداد میں اپنی جوانی کے ساتھ نہ صرف بیوگی بلکہ خاندانی مظلوم بن کر جی رہی ہے، حقیقی ہمدردی دکھانے کا یہی تو وقت ہے، سب سے بڑا صدقہ واپس آنے والی بیٹی پر خرچ کرنا ہے، مطلقہ بیٹی سے نائٹ شپ کی جاب کروانا پسند ہے، آئی ٹی کی ملازمت گوارا ہے، اجنبی مرد کے ہوس کا شکار بن جانا گوارا ہے، اپنا بھائی ہونے کا فرض، باپ ہونے کا فرض نبھانا نہیں ہے، اس سے بڑی بے غیرتی اور کیا ہوگی؟ اس بڑی قطع رحمی اور کیا ہوگی؟ اپنے نفل عمرے، دینی تقاضے واجتماعات، جلسے وجلوس، تعمیر مساجد سے کہیں زیادہ، اپنی خواہشات، گاڑیاں، محلات، وینچرز، فام ہاؤس بنانے سے زیادہ ضروری خاندانی مطلقہ کے اخراجات کی فکر کرنا ہے، خاندانی بہنوں کو سوکن بننے پر راضی کرنا ہے، بے شوہری کی زندگی بدگمانی کی زندگی ہے، ارتداد کا شکار، ہوس کا شکار، ظلم کا شکار، زنا کا شکار ہونے کی زندگی ہے، ظالم، شرابی، جواری، حرام خور شوہر کی پہلی بیوی بننے سے با اخلاق شوہر کی دوسری بیوی بن جانا لاکھ درجہ بہتر ہے، سوکن بننا عیب ہوگا تو ازواج مطہرات پر

ہی نہیں بلکہ قرآنی آیات پر بھی الزام عائد ہوگا نعوذ باللہ۔ اور اہلیت رکھنے والے احباب کو علماء کی نگرانی میں نکاحِ ثانی و ثالث کی بھی فکر کرنا ضروری ہے، صرف راشن کٹ دینا مسئلہ کا حل نہیں ہے، آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ سے بیوہ و مطلقہ کی کفالت کا طریقہ بیوی بنانے کے ذریعہ بھی ثابت ہے، نکاحِ ثانی سے جھگڑے ہونے اور حقوق ادا نہ ہونے کے خوف سے مکمل طور پر نکاحِ ثانی سے عملاً کٹ جانا یا اس کو معیوب بنا کر پیش کرنا نادانی و کم عقلی ہے، سماج میں جتنے ازدواجی جھگڑے ہو رہے ہیں وہ سب نکاحِ ثانی کے ہیں یا نکاحِ اول کے؟ خلع و طلاق کے جتنے مسائل پیش آرہے ہیں وہ سب نکاحِ ثانی کے ہیں یا نکاحِ اول کے؟ خود زیرِ بحث مسئلہ ''نفقہ مطلقہ'' نکاحِ ثانی سے مطلقہ ہونے پر ہے یا نکاحِ اول سے مطلقہ ہونے پر؟ ازدواجی مسائل کا حل تربیت ہے نہ کہ ترکِ عمل۔

اللہ تعالیٰ ہم سے ہر فرد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور سماج کی مطلقہ و بیوہ کے حقوق کی سچی فکر و عملی تدابیر پر عمل کی توفیق عطا کرے، اس رسالہ کو انقلابی تبدیلی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

احمد اللہ نثار قاسمی

خادم دار العلوم رشیدیہ حیدر آباد

۲۰ محرام الحرام ۱۴۴۶ھ

عدّت کے بعد نفقہ کا قانون عقل کی نظر میں

نفقہ مطلقہ کا موضوع

عرصہ سے نفقہ مطلقہ کا مسئلہ بحث ونظر کا موضوع بنا ہوا تھا ۱۹۸۵ء میں شاہ بانو کیس نے پورے ملک میں ہلچل پیدا کر دیا تھا، اُس وقت ''تحفظ شریعت'' تحریک نے پورے ملک کے مسلمانوں کو بیدار کیا تھا، اور احکام شریعت سمجھنے اور اس کی معاشرتی اہمیت کا مطالعہ کرنے کا بہترین شعور پیدا کیا تھا، جو مسلمانان ہند کی دینی اور ملی تاریخ کا ایک روشن باب شمار کیا جا سکتا ہے، اسی کے نتیجہ میں ''تحفظِ حقوق مسلم خواتین بل'' پاس ہوا، مسلمانوں کو توقع تھی کہ یہ بل اس مسئلہ میں مسلمانوں کی بے چینی اور اضطراب کا مداوا کرے گا؛ لیکن افسوس کہ اس قانون کی بعض عدالتوں نے ایسی تشریح کی، جس سے اس قانون کا بنیادی مقصد ہی مجروح ہو کر رہ گیا، بلکہ ''قانون کی تشریح'' نے 'ایک نیا' قانون وضع'' کر دیا، جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔

عدالتوں فیصل تو شریعت کے احکام وحکم سے نابلد تو ہیں ہی مگر افسوس بعض بھولے بھالے اور قانون کی روح اور مضمرات سے ناواقف غیر مسلم بھائی تو کیا، مسلمان بھی مطلقہ کے لئے نفقہ کا حق ایک جائز اور انسانی حق باور کرتے ہیں؛ حالانکہ نہ صرف اسلامی؛ بلکہ عقلی نقطۂ نظر سے یہ بات نا قابل فہم ہے، جسے آگے تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

قانون سازی کے مرحلہ اور اپنوں کی کوتاہی کو سمجھنے کے لئے پہلے دو حادثے ملاحظہ کریں، ایک شاہ بانو کیس دوسرا شیخ عبدالصمد کیس، اُس کے بعد نفقہ مطلقہ پر عقلاً ونقلاً مکمل گفتگو کی جائے گی۔

شاہ بانو کیس کی حقیقت

شاہ بانو کیس ہندوستان کی عدالتی اور سماجی تاریخ کا ایک اہم اور متنازعہ واقعہ ہے، یہ کیس ۱۹۸۵ء میں سپریم کورٹ آف انڈیا میں آیا اور اس کے فیصلے نے ہندوستانی معاشرے میں مذہبی اور قانونی بحث کو جنم دیا، جس سے ہندوستانی قانون اور شریعت کے درمیان ٹکراؤ کو نمایاں کیا گیا، اور مسلم عورتوں کے حقوق پر بے جا بحث کو جنم دیا، سماجی لحاظ سے شریعت کو قانون پر فوقیت دینے والوں کے لئے آزمائش اور قانونی پیروی میں راحت کا فریب دیا گیا، اور سیاسی لحاظ سے مسلم دشمن طاقتوں کو اپنی روٹیاں گرم کرنے کا موقع مل گیا، مگرمچھ کے آنسو بہا کر نام نہاد مسلم خواتین کی ہمنوائی سے شریعت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

کیس کا پس منظر

شاہ بانو ایک 62 سالہ مسلمان خاتون تھیں جنہیں ان کے شوہر محمد احمد خان نے 1978 میں طلاق

دے دی تھی؛ طلاق کے بعد، شاہ بانو نے اپنے اور اپنے پانچ بچوں کے لیے نفقہ کا مطالبہ کیا؛ جبکہ ان کے شوہر عدّت کے بعد اپنی مالی ذمہ داری سے شرعاً بری الذمہ تھے۔

شاہ بانو نے بذریعہ عدالت اپنے شوہر سے نفقہ کا مطالبہ کیا، کیس بالآخر سپریم کورٹ آف انڈیا تک پہنچا، 1985 میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ شاہ بانو کو ان کے شوہر سے نفقہ ملنا چاہیے، جو کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 125 کے تحت آتا ہے؛ اس فیصلے میں کہا گیا کہ شوہر کو اپنی بیوی اور بچوں کی مالی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔

تحفظِ حقوق طلاق ایکٹ 1986:

سپریم کورٹ کے فیصلے نے مسلم کمیونٹی میں تنازعہ پیدا کر دیا، اس وقت عدالت نے تعزیرات ہند کی دفعہ نمبر ۱۲۵ر کے تحت شاہ بانو کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے اس کے شوہر پر تاحیات اپنی مطلقہ کا نفقہ لازم کر دیا تھا، عدالت عظمیٰ کا یہ فیصلہ شریعت اسلامی کے سراسر خلاف تھا، شریعت کے مطابق شوہر پر مطلقہ بیوی کا نفقہ عدت تک ہی ہوتا ہے، عدت کے بعد بیوی اپنے سابقہ شوہر سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی، اس خلاف شرع فیصلہ نے ساری ملت اسلامیہ میں غصے کی لہر دوڑا دی تھی، آخر کار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت میں اس کے خلاف ملک گیر مہم چلائی گئی، جس کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت کے وزیر اعظم ''راجیو گاندھی'' نے پارلیمنٹ میں ایک ترمیمی بل پیش کر کے اس عدالتی فیصلہ کو کالعدم قرار دیا، مذکورہ ترمیمی بل کو ''تحفظ حقوق طلاق ایکٹ ۱۹۸۶ء'' کا نام دیا گیا، اس ترمیمی بل کی رو سے:

۱۔ اگر کوئی مطلقہ مسلم خاتون عدت کے بعد اپنے اخراجات کی متحمل نہ ہو تو عدالت اس مطلقہ کے رشتہ داروں کو پابند کرے گی کہ وہ اس کے اخراجات کی پابجائی کریں۔

۲۔ اگر ایسے رشتہ دار نہ ہوں تو عدالت ریاستی وقف بورڈ کو نفقہ دینے کی ہدایت دے گی، اس دور کی کانگریس حکومت نے یہ راستہ اس لیے نکالا تھا کہ وہ مسلم اقلیت کی انتخابی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان عورتوں کے لئے نفقہ کے مسائل کا حل اسلامی قوانین کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ تعزیرات ہند کے تحت، اس مخالفت کے نتیجے میں، حکومت نے مسلم خواتین (تحفظ حقوق طلاق) ایکٹ 1986 منظور کیا، جس نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو غیر موثر بنا دیا اور کہا کہ طلاق شدہ مسلم عورتوں کو نفقہ صرف عدت کی مدت تک ہی ملے گا۔

یہ پہلا حادثہ تھا جس نے ملک میں مطلقہ کے نفقہ کے مسئلہ کو چھیڑ کر ایک ہنگامہ برپا کیا اور اس میں غلطی

کی ابتداء مسلمان کی طرف سے ہوئی تھی کہ ۶۵ سال کی عمر میں طلاق دینا، اور دوسرا شاہ بانو اپنے پانچ بچے جوان صاحب ثروت ہونے کے باوجود شوہر کو تنگ کرنے کی خاطر عدالت سے انصاف کا مطالبہ کیا، گویا شریعت کے خلاف قانون کا مطالبہ کیا۔

۲۰۲۴ء میں شیخ عبدالصمد کا کیس اور سپریم کورٹ کا فیصلہ

امداد الحق بختیار صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد لکھتے ہیں 10: / جولائی بروز بدھ کو سپریم کورٹ کی دو رکنی بنچ نے تلنگانہ کے ایک شخص عبدالصمد کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ ضابطہ فوجداری (سی آر پی سی) کے سیکشن 125 کے تحت ایک مسلم خاتون اپنے شوہر سے نان ونفقہ حاصل کرسکتی ہے، یہ قانون بلالحاظ مذہب لاگو ہوگا۔ دونوں فاضل ججس نے کہا کہ پروٹیکشن آف رائٹس آن ڈائیورس ایکٹ بابتہ ۱۹۸۶ء مسلم خواتین پر لاگو نہیں ہوگا؛ کیوں کہ یہ سیکولر قانون کو زیر نہیں کرسکتا۔ فیصلہ میں یہ بھی کہا گیا کہ نان ونفقہ خیرات نہیں؛ بلکہ تمام شادی شدہ خواتین کا حق ہے؛ فاضل ججس کے فیصلہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلم خواتین اپنے شوہر سے طلاق کے بعد بھی تاحیات یا تاازدواج ثانی نان ونفقہ حاصل کرنے کا قانونی حق رکھتی ہیں۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ قانون کی نظر میں

سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ خود ہندوستانی قانون سے متصادم ہوتا ہے اور دستور کے مخالف جاتا ہے :

پہلی وجہ: ہندوستانی آئین کا آرٹیکل 25 ہندوستان میں رہنے والے تمام طبقوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔

دوسری وجہ: نیز 1937 کے شریعت اپلیکیشن ایکٹ نے مسلمانوں کو شادی، طلاق، وراثت اور دیگر عائلی معاملات میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق عمل کرنے کی آزادی دی۔ یہ قانون اِس شریعت ایکٹ کے بھی خلاف ہے۔

تیسری وجہ: جب 1985 میں شاہ بانو کیس میں عدالت نے دفعہ 125 کے تحت ہی فیصلہ سناتے ہوئے، عدت کے بعد بھی مطلقہ کو نان ونفقہ دینے کا اسی طرح کا فیصلہ سنایا تھا، تو مسلمانوں نے اس کے خلاف ملک میں جمہوری طور پر زبردست تحریک چلائی تھی، جس کے دباؤ میں اس وقت کی انڈین حکومت نے پارلیمنٹ سے 1986 کا ایکٹ پاس کیا، اس قانون کے مطابق جب کوئی مطلقہ مسلمان خاتون عدت کے

بعد اپنے اخراجات برداشت نہیں کرسکتی، تو عدالت مطلقہ خاتون کے رشتہ داروں کو اسے نفقہ دینے کا حکم دے گی، جو اسلامی قانون کے مطابق اس کے اثاثوں کے جانشین ہیں۔ لیکن اگر ایسے رشتہ دار نہیں ہیں، یا وہ اخراجات برداشت نہیں کرسکتے، تو اس صورت میں عدالت ریاستی وقف بورڈ کو نفقہ دینے کا حکم دے گی، یوں طلاق دینے کے بعد شوہر کے ذمہ محض عدت کے دوران کے اخراجات ہی باقی رہتے ہیں۔

اس لحاظ سے شیخ عبد الصمد کے معاملہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ دستور کی دفعہ 25، مسلم پرسنل لاز جیسے شریعت ایپلیکیشن ایکٹ 1937 اور مسلم خواتین (طلاق پر حقوق کا تحفظ) ایکٹ، 1986 کے خلاف ہے، اور جب تک یہ دونوں قانون دستور اور قانون کا حصہ ہیں، کسی جج کو اس طرح کا فیصلہ سنانے کا دستوری حق نہیں ہے۔

چوتھی وجہ: سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ معاشرہ کے بھی خلاف ہے، عقل کے بھی خلاف ہے اور ہندوستان میں رہنے والی دوسری سب سے بڑی کمیونٹی (Second largest Indian Community) کے مذہب اور عقیدہ کے بھی خلاف ہے"، جس کی وضاحت آئے گی۔

موجودہ قانون کتنے مفاسد کا داعی ہے؟

مذکورہ فیصلہ سے بظاہر مطلقہ عورت کی ہمدردی ظاہر ہوتی ہے درحقیقت اس سے عورت کا خود کس قدر نقصان ہوتا ہے وہ اندازہ سے باہر ہے، چنانچہ اس قانون کے ذیل میں کتنی برائیوں کی اجازت مل جاتی ہے، مندرجہ ذیل مفاسد سے اندازہ کریں:

عورت کی توہین

دفعہ ۱۲۵ ار مطلقہ کو ایک داشتہ کی حیثیت دیدیتی ہے، کیونکہ شوہر حالاں کہ اس کو طلاق دے چکا ہے مگر وہ بدستور شوہر پر سوار ہے، اور اس سے اپنا نفقہ مانگ رہی ہے، یہ صورت حال ایک عورت کے لئے کس قدر توہین آمیز ہے، کہ ایک اجنبی مرد سے اپنے گذارہ کا مطالبہ جبراً کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی رکھیل اپنے گاہک سے قیمت کا مطالبہ کرنا، جب داشتہ پر خرچ کیا جاتا ہے تو اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے، اسی طرح سابق شوہر اپنے نان نفقہ کی قیمت پر عورت کا جنسی استحصال کرنے کا موقعہ حاصل کرسکتا ہے، جس سے عورت نکاح میں بھی نہیں رہے گی مگر غیر مرد کا بستر بھی بنے گی۔

عورت کو شادی سے بیزار کردینا

دفعہ ۱۲۵ر مطلقہ کو نکاح سے بیزارگی پیدا کردیتا ہے، کیونکہ جب شادی کے لوازمات (شوہر کی خدمت، گھر کی داخلی ذمہ داری، اولاد کی خدمت وغیرہ) کا بوجھ برداشت کئے بغیر طلاق کے بعد بھی سابق شوہر سے نفقہ ملتے رہے گا عورت کسی حد تک نکاح ثانی سے بے فکرے ہوجائے گی، کیونکہ وہ بیوی بننے کو مظلوم بننا سمجھے گی، شادی سے بیزارگی والا نظریہ سماج میں زنا کو عام کردیتا ہے، کیونکہ انسان خواہ نکاح نہ کرے مگر جنسی خواہش کی تکمیل کی راہ کسی بھی طریقہ سے تلاش بھی نہ کرے ممکن نہیں ہے، یعنی وہ نکاح نہیں کرے گا مگر جنسی خواہش تکمیل ضرور کرے گا۔

عورت آزاد اور مرد قیدی

دفعہ نمبر ۱۲۵ر یہ بھی باور کرتی ہے کہ طلاق چاہئے مرد دے، چاہئے عورت مانگ کرلے عورت کے اخراجات بہر حال مرد ہی کو ادا کرنے ہوں گے، جس سے عورت اور مرد دونوں ہی کے نظر میں ازدوجی رشتے کا تقدس ختم ہوجائے گا، کیونکہ ایک بے کردار عورت یہ سوچ سکتی ہے، کہ مرد اگر مجھے طلاق بھی دیدے تو کیا ہوا، بوجھ تو اسی کے بٹوے پر پڑے گا، ایسا ہی ایک مرد یہ سوچ سکتا ہے کہ میں طلاق بھی دیدوں تو کیا ہے طلاق کے بعد بھی وہ میرے ہی بٹوے سے بندھی رہے گی، جس سے میاں بیوی بن کر جینے کا تقدس ختم ہوجاتا ہے اور میاں بیوی بنے بغیر بھی ایک دوسرے کے ساتھ جینا برا نہیں لگے گا، رشتۂ زوجیت کا تقدس تبھی باقی رہے گا جبکہ بغیر نکاح کے رہنا عیب لگے۔

شہوانی خواہشات کی آزادی

دفعہ ۱۲۵ر مرد کو سمجھاتی ہے کہ شادی خواہ مخواہ کا ٹینشن ہے، بیوی اگر غلط نکل گئی تو گلے کا پھندا بن جائے گئی، ''نہ اُگلتے بنے نہ نگلتے بنے'' غلط عورت کو بیوی بنا کر رکھنا آسان کام نہیں ہے، اور غلط ہونے کی وجہ سے طلاق دے کر چھٹکارہ پانا بھی آسان کام نہیں ہے، طلاق نہ دیں تو گھرانہ برباد، طلاق دیں تو زندگی بھر کا نفقہ شوہر کے ذمہ پھر بھی رہے گا، جس کی وجہ سے یہ سوچ پیدا ہوجائے گی کہ نکاح سے بہتر ہے کہ آزاد شہوت رانی کے ذریعہ اپنے جنسی تقاضوں کی تسکین کرلی جائے، جیسے لوگ چائے پینے گھر میں بھینس نہیں پالتے اسی طرح جنسی خواہش کے لئے بیوی نہیں پالتے، چائے ہوٹل سے پی لو، جنسی خواہش کسی کلب سے کرلو۔ ظاہر ہے اس

سے سماج بے حیاء و بے شرم بن جائے گا۔

پاک دامن پر الزام تراشی کی راہ

اسی دفعہ نمبر ۱۲۵ سے مرد کو پاک دامن عورت پر الزام لگانے کی اجازت ملتی ہے، کہ اگر وہ نان ونفقہ کی ذمہ داری سے بری ہو جانا چاہئے تو اپنی پاک کردار بیوی پر بدکرداری کی تہمت لگادے، مرد کو یہ حق دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک شریف عورت مرد سے اپنا جائز نان ونفقہ مانگنے کی بھی ہمت نہ کر سکے گی، گویا دفعہ ۱۲۵/ایک شریف عورت کا منہ سی دیتی اور ایک بدکردار عورت کو منہ پھٹ بنا دیتی ہے۔

جان کشی کو آسان کر دیا

دفعہ ۱۲۵/ایک بدکردار مرد کو اشارہ دیتی ہے کہ اپنی شرکش بیوی سے اور تا حیات اس کے نان نفقہ کی ذمہ داریوں سے چھٹکارہ پانے کے لئے اسے راستہ سے ہٹادو، کسی بھانے سے جان لے لو اور ذہنی ومالی بوجھ سے چھٹکارہ پالو، رشتوں کا تقدس اتنا ختم ہوگیا کہ محض شک کی بنیاد پر بیوی کا قتل کر دیا جاتا ہے، جب بیوی حقیقت میں شوہر پر بوجھ بن جائے تو کیسے گوارا کیا جائے گا، ظاہر ہے اس سے ملک کا امن ختم ہو جاتا ہے، عورت شوہر کے چند پیسوں کی خاطر اپنی جان کو داؤ پر لگا دیتی ہے۔

اگر ایک بھلا مانس مرد یہ سوچ لے کہ میری ناپسندیدہ بیوی اگر طلاق کے بعد بھی بدستور مجھ سے نفقہ لیتی رہے گی تو میں اسے طلاق نہ دے کر اپنے ساتھ رکھتے ہوئے اپنی پسند سے ایک اور شادی کر لوں تو اِس دفعہ کی تشریح اسے ایسے کرنے نہیں دے گی یعنی قانونا دوسرا نکاح کرنا منع کر دیا جائے گا، گویا اس بدتر صورت حال کا واحد حل پہلی بیوی کو ختم کر دینا ہی قرار پائے گا۔

یہ بات محض کوئی مفروضہ نہیں ہے، بلکہ ایک حقیقت ہے جس کی تصدیق اعداد وشمار کرتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں دفعہ ۱۲۵ نئی شکل میں پاس ہوئی ہے اور ۱۹۷۴ء کے بعد سے ہندو سماج میں عورت سوزی کے واقعات حیرت انگیز حد تک بڑھے۔ راجیہ سبھا میں پیش کردہ اعداد وشمار کے مطابق ملک میں ۱۹۷۷ء میں ۵۸/اور ۱۹۷۹ء میں ۱۰۵۶/عورتیں زندہ جلائی گئیں، ۱۹۷۹ء کے پہلے ۱۰/ماہ میں عورتوں کے خلاف مظالم کی تعداد ۲۸۱۸۴ تھی اور ۱۹۸۰ء میں یہ تعداد اسی مدت میں ۳۰۱۷۶ تھی۔(۱) دفعہ نمبر ۱۲۵ سے ان تمام باتوں کی اشارۃً اجازت ملتی ہے۔

---

(۱) قوانین عالم میں اسلامی قانون کا امتیاز ۳۷۸:

عدّت کے بعد نفقہ واجب کرنے کے نقصانات

عدت کے بعد نفقہ واجب کرنے کا پہلا نقصان

ا۔ اگر مرد کو یہ معلوم ہو جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی صورت میں اسے زندگی بھر نفقہ دیتے رہنا پڑے گا تو جو مرد اپنی بیوی سے رشتہ ختم کرنا چاہتا ہو، اس میں نفرت کے جذبات مزید بڑھیں گے، اس زندگی بھر کی سزا سے نجات پانے کے لئے وہ غیر قانونی راستے اختیار کرے گا، اور اس طرح کے واقعات پیش آئیں گے، جو روز ہمارے یہاں اخبارات کی سرخیاں بنتی رہتی ہیں، قانونی راستے کو اتنا مشکل، دشوار اور تکلیف دہ نہ بنانا چاہیئے کہ لوگ غیر قانونی راستے اختیار کرنے لگیں:

ا۔ یعنی مرد یہ سوچے گا کہ اگر طلاق کے بعد بھی اُسے نفقہ دیتے رہنا ہے تو طلاق ہی نہ دی جائے، اور دوسرا نکاح کرلیا جائے، بلا شبہ اس قسم کے نظام نے کئی ملکوں میں سنگین مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔

۲۔ جب شوہر کو معلوم ہوگا کہ طلاق کے بعد بھی پوری زندگی اسے اپنی مطلقہ بیوی کی ذمہ داری اٹھانی ہے، تو وہ طلاق دینے پر اقدام نہیں کرے گا؛ چاہے عورت کو ہی طلاق کی ضرورت کیوں نہ ہو؛ جس سے عورت کا بھی نقصان ہے، اور نکاح میں باقی رکھتے ہوئے، اس کے ساتھ اجنبیوں والا سلوک کرے گا، یا اس سے چھٹکارے کی دیگر غیر قانونی راہ اختیار کرے گا۔ جس میں ظاہر ہے کہ عورت کا ہی نقصان ہے۔

دوسرا نقصان شرح نکاح کی کمی

۲- اس ڈر سے کہ نکاح اور طلاق کے بعد شوہر کی جائیداد کا ایک بڑا حصہ عورت لے کر چلی جائے گی، مرد حضرات نکاح کے بجائے بغیر نکاح کے خواتین سے تعلق قائم کرنے کو ترجیح دیں گے، جیسا کہ یورپین مما لک میں یہ بھی عام ہے، اور اگر ایسا ہوا تو یہ روّیہ معاشرہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگا، اس کی وجہ سے معاشرہ بے حیائی کے دلدل میں ڈوب جائے گا، انسانی اقدار کی کھلے عام پامالی ہوگی، خود غرضی اور مفاد پرستی بڑھ جائے گی، صرف ایک دوسرے کو استعمال کر کے چھوڑ دینے کا سلسلہ بڑھ جائے گا، اس سے عورتوں کے استحصال کی شرح مزید بڑھے گی۔

ظاہر ہے کہ اس میں بھی خواتین کا ہی نقصان ہے، ایسی صورت حال میں زندگی کے اُس مرحلہ میں اُس کا کوئی سہارا نہ ہوگا، جب کہ وہ قدرت کی عطا کی ہوئی خوبصورتی اور جسمانی طاقت دونوں سے محروم ہو چکی ہوگی؛ وہ اس وقت تن تنہا، بے یارومددگار ہوگی اور دَر، دَر کی ٹھوکرے کھانے پر مجبور ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ طلاق کے بعد بھی نفقہ واجب قرار دینے کا ایک منفی اثر یہ مرتب ہو سکتا ہے کہ مغربی ملکوں کی

طرح ہمارے ملک میں بھی نکاح کی شرح کم ہوتی جائے، مغربی ممالک میں طلاق کو ایک مشکل عمل بنادیا گیا اور طلاق کی صورت میں مرد پر ڈھیر سارے واجبات عائد کردیئے گئے، اس کی وجہ سے وہاں نکاح کی شرح گھٹتی جارہی ہے، مثلاً درج ذیل اعداد وشمار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں: الحاصل اس قسم کے قوانین مردوں کو آزاد شہوت رانی اور بے قید زندگی گزارنے پر مجبور کریں گے اگر نکاح کرلیا اور وہ اس قسم کی عورت نکلتی ہے تو اس قدر نان نفقہ کو جھمیلا کیوں مول لیا جائے۔

تیسرا نقصان خواتین کی بدقماشی

٣۔ بدقماش اور بیمار ذہن والی عورتیں شوہر کو اس طرح پریشان کریں گی کہ وہ طلاق دینے پر مجبور ہوجائے اور پھر اپنی مفسدانہ حرکتوں میں مشغول رہیں گی؛ چنانچہ ایسے واقعات سامنے آئے ہیں کہ ایک مطلقہ عورت اپنے آشنا کے ساتھ علانیہ عدالت میں آتی ہے اور سابق شوہر سے نفقہ وصول کر کے لے جاتی ہے، کیا اسے سماجی انصاف کہا جاسکتا ہے؟ بلکہ ایسا بھی ممکن بھی ہے کہ بعض بدقماش عورتیں سابق شوہر سے نفقہ حاصل کرنے اور آتش انتقام ٹھنڈی کرنے کی غرض سے دوسرے نکاح سے احتراز کریں، اور بے راہ روی کو ترجیح دیں۔

الحاصل بعض بداخلاق عورتیں اس قانون سے ہمت پا کر شادی کے بعد زبردستی شوہر سے طلاق لیں گی، تاکہ وہ آزادنہ زندگی گزاریں اور خرچہ کا پورا بوجھ شوہر پر ڈالیں۔ بعض عورتیں سابق شوہر سے انتقام لینے اور پوری زندگی نفقہ حاصل کرنے کے لیے جان بوجھ کر دوسرا نکاح بھی نہیں کریں گی۔ اور غیر اخلاقی راستے اختیار کریں گی۔

چوتھا نقصان جنسی استحصال

١۔ عورت نکاح میں نہیں ہے اور مرد اُسے خرچ دیتا رہے یہ عورت کے لیے توہین آمیز رویہ ہے نکاح میں نہ رہتے ہوئے مرد پر سوار رہنے سے ڈر ہے کہ مرد نان نفقہ کے عوض اُس سے جنسی استحصال کرتا رہے گا۔

٢۔ ایسی عورت جو کسی مرد کے حقوق کی پابندی نہ رہی ہو اس کے باوجود معقول رقم گزارے کے لیے ملتی رہے تو وہ اپنے دوسرے نکاح کے بارے میں بے فکر ہوجائے گی، اور خود بھی مرد کے ساتھ جنسی تعلق پر راضی رہے گی۔

٣۔ ماہانہ نفقہ، وکیلوں کی فیس، بار بار عدالت کی حاضری، جیل کا رُخ مرد کو مجبور کردیتا بیوی کا قتل

کر دینے پر۔

پانچواں نقصان عورت کی بے عزتی

ممکن ہے مرد مختلف قسم کے الزمات لگائے گا جیسے قانون بھی کہتا ہے کہ ”اگر مرد اپنی عورت پر بدکار وبدچلن ہونے کا الزام ثابت کر دے تو اس کے ذمہ نفقہ نہیں رہے گا“ جس سے نان نفقہ کا بوجھ اس کی گردن سے اُتر جائے گا، ضد اور نامعقول مطالبہ کی وجہ سے وہ جیل جانا گوارا کر لیتا ہے لیکن ماہانہ نان نفقہ دینے کے لئے راضی نہیں ہوتا۔

چھٹا نقصان ضعیفی میں کیا ہوگا؟

گزرتا وقت دونوں کو بوڑھا کر دیتا ہے، اس بوڑھے شخص کے کندھے پر بیوی کا یہ بوجھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رہتی، جس سے بوڑھی عورت مخدوم بننے کے بجائے محتاج وفقیرہ بن جائے گی۔

ساتواں نقصان شوہر پر مالی بوجھ

عدت کے بعد نفقہ دیتے رہنے سے شوہر پر مالی بوجھ بڑھ سکتا ہے، خاص طور پر اگر شوہر کی مالی حالت مستحکم نہ ہو، اس سے شوہر کی مالی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کی معاشی حالت متاثر ہو سکتی ہے، یہ اپنے والدین اور بچوں پر خرچ کرے یا پرانے گھر کو؟ نفقہ کی ادائیگی شوہر کے مالی وسائل کو تقسیم کر سکتی ہے، جس سے اس کی مالی حالت پر منفی اثر پڑ سکتا ہے، خاص طور پر اگر شوہر کے پاس محدود مالی وسائل ہوں تو اس بوجھ کو ادا کرنے یا تو متعلقہ رشتوں کے حقوق میں کوتاہی کرے گا یا ناجائز وحرام طریقہ سے آمدنی کی کوشش کرے گا، دونوں صورتیں معاشرہ میں بگاڑ کا ذریعہ ہیں۔

آٹھواں نقصان دوسری شادی پر اثرات

طلاق کے بعد نفقہ کی ادائیگی، شوہر کی دوسری شادی پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہے، نئی بیوی اور اس کے بچوں کی مالی ضروریات کرے یا جس سے تمام تر تعلقات ختم ہو چکے ہیں اس کی ضروریات دیکھے، غیر متعلقہ عورت کی وجہ سے دوسری بیوی سے جھگڑوں کا امکان ہوگا، جس سے طلاق دے کر بھی سکون وچھٹکارہ حاصل نہ ہو سکے گا۔

علاوہ ازیں طلاق کے بعد دوسری کسی عورت کا گھر بسنا بھی دشوار ہوگا کہ مرد اس خیال سے عورتیں سب اسی طرح بدچلن و بدزبان ہوتی ہیں، یا عورت سوچے کہ مرد سب اسی طرح ظالم ہوتے ہیں؛ سنجیدہ مرد و عورتیں بھی نکاح سے محض خوف و بدگمانی کی وجہ سے محروم رہیں گی، اور یہ حوصلہ شکنی ظالمانہ نفقہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔

نواں نقصان قانونی مسائل

نفقہ کے معاملات میں قانونی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ عدالتوں میں کیسز کی تعداد بڑھ سکتی ہے اور ان معاملات کے حل میں وقت اور پیسہ دونوں کا نقصان ہوگا، مثلاً شوہر قانوناً نفقہ طے ہونے کے بعد بھی نہ دیا تو عورت نفقہ وصولی کی خاطر مقدمہ دائر کرے گی، کیس جیتنے یا ہارنے کا پیسہ کہاں سے خرچ ہوگا؟ کیا وہی پیسہ نفقہ کی جگہ خرچ نہیں ہو سکتا؟ اس کے نتیجے میں دونوں فریقین کے لئے قانونی اخراجات اور وقت کا ضیاع ہو سکتا ہے۔

دسواں نقصان بچوں کی پرورش میں کمی

طلاق کے بعد بھی نفقہ کی ادائیگی شوہر کی بچوں کی پرورش پر منفی اثر ڈال سکتی ہے، اس کے مالی وسائل بچوں کی تعلیمی اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے میں کم پڑ سکتے ہیں، جس سے یا تو خود عورت یا معصوم بچے کمانے کے لئے گھر سے نکل پڑیں گے۔

علاوہ ازیں اولاد پر کیا اثر پڑے گا کہ میری ماں غیر مرد سے جو کہ ''میری ماں کے شوہر نہیں ہیں، بلکہ ایک شوہر تھے'' رقم وصول کر کے گذارہ کرتی ہے، اولاد بھی ویسی آزاد نہیں بنے گی کہ دوسروں کا مال کھانے میں شرم باقی نہ رہے۔

گیارہواں نقصان تنازعات میں اضافہ

نفقہ کی مستقل ادائیگی شوہر اور بیوی کے درمیان تنازعات میں اضافے کا باعث بن سکتی ہے؛ مالی مسائل کی وجہ سے دونوں فریقین کے درمیان تعلقات میں کشیدگی بڑھ سکتی ہے؛ یعنی بنا رشتہ زوجیت کے ماہانہ دس ہزار کا احسان کرنے پر کیا دونوں میں محبت بڑھے گی؟ ناچاقیاں ختم ہو کر ایک دوسرے کو اپنا خیر خواہ سمجھیں گے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ہر ماہ نفرت کی ڈگری بڑھتی جائے گی۔

بارہواں نقصان معاشرتی دباؤ

شوہر پر نفقہ کی ادائیگی کا معاشرتی دباؤ بڑھ سکتا ہے۔ خاندان اور معاشرے کی طرف سے اس پر مختلف قسم کے دباؤ کا سامنا ہو سکتا ہے، جو اس کی ذہنی صحت پر بھی منفی اثر ڈال سکتا ہے، مثلاً دوست شوہر کو طعنہ دیں گے کہ ”نامرد ہے عورت کے سامنے ہار مان لیا، مفت میں ہر ماہ رقم دے رہا ہے“ بیوی کو طعنہ ملے گا کہ ”بے شرم ہے سابقہ شوہر سے رقم اینٹ کر کھا رہی ہے“

یہ نقصانات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ طلاق کے بعد بھی نفقہ دیتے رہنے کے کتنے اور کیسے منفی اثرات ہو سکتے ہیں۔

مطلقہ عورت کے لیے حکومت وظیفہ کیوں نہیں دیتی؟

حکومت کا یہ فیصلہ خواتین کے حق میں ہے تو خود حکومت کیوں ایسی تمام مطلقات کو وظیفہ کا نظم نہیں بناتی؟ ٹیکس سے ملنے والی خطیر رقم حکمران اپنی عیاشی پر خرچ کرنا اور ملک کی بیوہ و مطلقہ کا نظام نہ بنانا بلکہ ایسے نامعقول قوانین نافذ کرنا جو ہر لحاظ سے نقصاندہ ہو کس قدر افسوس ناک بات ہے۔

مطلقہ عورت کو سرکار یا عدالت بغیر کسی مطالبہ کے رقم فراہم کرتی ہے تو چونکہ حکومت ہند جمہوری نظام کے تحت ہے، جس کا مقصد ہر ایک کی نصرت واعانت بھی ہے، ایسے میں اگر حکومت بلا کسی اپیل کے طلاق کے بعد رقم دے تو اسے حکومت کی جانب سے اعانتی رقم سمجھ کر لیا جا سکتا ہے، اس کی حیثیت ایک حد تک بیت المال کی سمجھی جائے گی۔

مطلقہ کا عدالتوں کے چکر کیوں لگاتی ہے؟

جو عورتیں عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتی ہیں، وہ گذر بسر کی تنگی اور معاشی پریشانی کی وجہ سے ایسا ہرگز نہیں کرتیں، بلکہ عام طور پر وہ اپنے سابق شوہروں کو، یا اُن کے خاندان کو سیدھا کرنا چاہتی ہیں، وہ چاہتی ہیں، کہ اپنے شوہروں کو، ان کی حرکتوں کا خوب مزہ چکھائیں، اور ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیں، شاہ بانو کا معاملہ اس کی تازہ مثال ہے، یہ عورت گذر بسر کی تنگی سے دوچار نہیں ہے، اس کی باحیثیت اولاد ہے، جو اس کی کفالت کر سکتی ہے، مگر کسی بات سے ناراض ہو کر، اس نے اپنے شوہر کو زک دینے کے لئے، ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دیئے، اور سارے ہندوستان کو فتنہ میں مبتلا کر دیا۔

الغرض یہ سمجھنا بالکل ہی خلافِ واقعہ ہے، کہ عورتیں عدالت کی سیڑھیوں پر اپنی پریشانیوں کا رونا رونے کے لئے ہی چڑھتی ہیں، کیونکہ عدالتوں کا رخ صرف وہی عورتیں، یا ان کے اولیاء کرتے ہیں، جو باحیثیت ہوتے ہیں، اور کورٹوں اور وکیلوں کے جائز اور ناجائز مصارف برداشت کرسکتے ہیں، ہر شخص بخوبی جانتا ہے، کہ کچہریوں میں انصاف کچھ ارزاں نہیں ہے، ہزاروں روپیوں کی زیر باری کے بعد بھی انصاف حاصل کرنا دشوار ہے۔(۱)

---

(۱) ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 6، جلد 96، رجب 1433 ہجری مطابق جون 2012ء، حضرت مفتی سعید احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند)

عدّت کے بعد نفقہ شریعت کی روشنی میں

طلاق دشواریوں کا دروازہ ہے

نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جس کے ذریعہ شوہر و بیوی کو جہاں شریک حیات اور غمگسار میسر آتا ہے، وہیں عورت اور بچوں کو ایک سہارا حاصل ہوتا ہے، اگر کسی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو عورت سب سے زیادہ دشواریوں سے دو چار ہوتی ہے، اس کے لئے خود اپنی زندگی بوجھ بن جاتی ہے اور بچے چوں کہ ماں کی ممتا کے بغیر زندگی کے ناہموار راستوں کا سفر طے نہیں کر سکتے؛ اس لئے جیسے ایک مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں میں چھپائے رکھتی ہے؛ اسی طرح ماں اپنی بے سہارگی کے باوجود بچوں کو اپنے سینہ سے چمٹائے رکھتی ہے اور بچے بھی ماں کی گود میں جو سکون و راحت محسوس کرتے ہیں، سونے کی پلنگ بھی انھیں وہ راحت نہیں پہنچا سکتی؛ اسی لئے اگر رشتہ ٹوٹ جائے اور طلاق کی نوبت آجائے تو خاندان بکھر جاتا ہے اور ماں اور بچے بے سہارا ہو جاتے ہیں، ایسے مسائل کو حل کرنے کے لئے شریعت نے نفقہ وکفالت کا ایک پورا نظام رکھا ہے اور اس میں عورت اور چھوٹے بچوں کی خصوصی رعایت کی گئی ہے۔

افسوس کہ ہمارے سماج میں ایک تو طلاق کے بے جا واقعات پیش آتے ہیں، اور اگر طلاق کا واقعہ پیش آہی گیا تو طلاق کے بعد مطلقہ عورت اور بچوں سے متعلق جن حضرات کی جو ذمہ داریاں ہیں، وہ ان کو ادا نہیں کرتے، اس کی وجہ سے بہت سے سماجی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی کوتاہ عملی کی وجہ سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے اور لوگوں کو شریعت اسلامی پر زبان کھولنے کا موقع ملتا ہے۔(١)

طلاق مجبوری کا دروازہ ہے

اسلام نے ترغیب دی ہے کہ حتی الامکان نکاح کے رشتہ کو پوری زندگی برقرار رکھا جائے، شدید ضرورت اور مجبوری کے بغیر اسے ختم نہ کیا جائے؛ اسی لیے اس رشتہ کو ختم کرنے کا جو عمل ہے، جسے "طلاق" کہا جاتا ہے، اسلام نے شدید انسانی ضرورت کی بنیاد پر اس کی مشروط اجازت تو دی ہے؛ لیکن اجازت کے باوجود اسے سخت ناپسند قرار دیا ہے۔

تاہم بسا اوقات بعض لوگوں کے مخصوص حالات کی وجہ سے نکاح کے رشتہ کو باقی رکھنا، ان کے لیے مزید پریشانی کا سبب ہوتا ہے، اِس رشتہ میں رہنے کی وجہ سے یا تو بیوی پر ظلم ہوتا ہے، یا شوہر مظلوم بنتا ہے، یا دونوں کی زندگی عذاب بن جاتی ہے؛ لہٰذا اس طرح کی پریشان کن صورت حال کو ختم کرنے کے لیے ہی

(١) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔

اسلام نے طلاق کا تصور اور نظام پیش کیا ہے؛ جس کی وجہ سے بہت سی صورتوں میں طلاق کا یہ راستہ خود عورت کے لیے رحمت ثابت ہوتا ہے۔ جن مذاہب، اقوام یا قوانین میں طلاق کا تصور نہیں پایا جاتا، وہاں اس طرح کی صورت حال میں عورت گھٹ گھٹ کر زندگی گزارنے یا بعض اوقات خودکشی کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔

طلاق جائز مگر ناپسندیدہ امر ہے

اسلام کے نظام قانون میں طلاق کا اختیار مرد کے پاس ہے، مگر اس اختیار کو اس وقت ہی استعمال کرنے کا حکم ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو، آخری چارے کے طور پر جائز ہونے کے باوجود طلاق کو حلال کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''أبغض الحلال عند الله الطلاق''(۱)

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں فرمائی۔'' ولا خلق الله شياء علي وجه الارض ابغض اليه من الطلاق ''(دارقطنی، السنن: ۴/ ۳۵)

طلاق سے عورت کو اذیت میں مبتلا نہ کرے

اگر طلاق کے اختیار کے استعمال کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو تو اندریں حالات اس اختیار کے استعمال سے عورت کو کسی طرح سے بھی مبتلائے اذیت کرنے کی ممانعت کی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُواْ مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلاَّ أَن يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔(۲)

''طلاق (صرف) دو بار (تک) ہے پھر یا تو (بیوی کو) اچھے طریقے سے (زوجیت میں) روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو چیزیں تم انہیں دے چکے ہو اس میں

---

(۱) ابو داؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب في كراهية الطلاق، حدیث: ۲۱۷۸

(۲) القرآن، البقرة 2 : 229

سے کچھ واپس لو سوائے اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ (اب رشتۂ زوجیت برقرار رکھتے ہوئے) دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی لے لے، یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، پس تم ان سے آگے مت بڑھو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں سو وہی لوگ ظالم ہیں"

مرد پر نفقہ واجب ہونے کے تین اسلامی اصول

قانون شریعت میں ایک شخص کا نفقہ دوسرے دوسرے شخص پر تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے واجب ہوتا ہے ا:-قرابت، ۲-ملکیت ۳-حبس۔

(ا) ماں باپ، بال بچے، بھائی بہن، دادا دادی، اور بعض حالات میں دوسرے اعزہ اور رشتہ داروں کا نفقہ قرابت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، قرابت کی بناء پر نفقہ واجب قرار دیئے جانے کے سلسلہ میں دو اصول بنیادی اہمیت رکھتے ہیں:

[ا] ایک یہ کہ قرابت کی بنا پر اس شخص کا نفقہ واجب ہوگا، جو خود اپنی کفالت سے قاصر ہو۔
[۲] دوسرے اس شخص پر واجب ہوگا، جو اتنا خوش حال ہو کہ ضروری حد تک اپنی ضروریات پوری کر کے اس شخص کی کفالت بھی کر سکتا ہو۔

(۲) ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا مالک ہو، اس کا نفقہ اس پر واجب ہوگا، جب غلام اور باندی کا وجود تھا تو اسی بنیاد پر مالک پر غلام اور باندی کا نفقہ واجب قرار دیا جاتا تھا، اسی طرح اسلام جانوروں کا نفقہ ان کے مالک پر واجب قرار دیتا ہے، اگر کوئی شخص اپنے جانوروں کو چارہ فراہم نہ کر سکے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر حلال جانور ہو تو یا تو ذبح کر کے کھالے، یا فروخت کر دے، اور حرام جانور ہو تو اسے بہر حال فروخت کر دے، اس کو بھوکا رکھ کر یوں ہی اپنی ملکیت میں رکھنا جائز نہیں، اور دیانت واخلاق کے اخلاف ہے۔

(۳) "حبس" کے معنی ہیں روکے رکھنا یعنی اگر ایک شخص دوسرے شخص کی وجہ سے محبوس ہو، پابندی کی حالت میں ہو اور آزادانہ معاشی سرگرمیاں اختیار نہیں کر سکتا ہو تو اس کا نفقہ اس شخص پر واجب ہوگا جس کی وجہ سے وہ پابندی اور حبس کی حالت میں ہے، ملازمین اور مزدوروں کی تنخواہ گورنمنٹ اور آجرین پر اسی لئے واجب ہے؛ کیونکہ وہ سرکار اور آجر کے لئے محبوس ہیں۔

بیوی کے نفقہ کی جہت کیا ہے؟

بیوی کا نفقہ شوہر پر حبس کی جہت سے واجب ہوتا ہے، بیوی گھر کی دیکھ بھال، بال بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری کے لئے گویا محبوس ہوتی ہے؛ اس لئے شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ واجب رکھا گیا ہے، حبس کی وجہ سے جو نفقہ واجب ہوتا ہے، اس کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ محبوس و پابند شخص غریب وتنگ دست ہو، یا معاشی اعتبار سے خوش حال وخود مکتفی، اوراسی طرح وہ جس شخص کے لئے محبوس ہے، اس کی معاشی حالت اچھی ہو یا معمولی، بہر صورت نفقہ واجب ہوگا۔

طلاق کے بعد کیا عورت محبوس؟

جب ایک عورت اپنے شوہر سے مطلقہ ہو جاتی ہے، تو عدت گذرنے کے بعد وہ اپنے سابق شوہر کے لئے محبوس نہیں، دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاشی سرگرمی بھی اختیار کر سکتی ہے، اس لئے کہ اس کو نہ سابق شوہر سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور نہ سابق شوہر کو اس کو ملازمت یا کسی اور بات سے روکنے کا حق ہے؛ اس لئے اب ''حبس'' کی وجہ سے نفقہ واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری وجہ : نیز یہ بات بھی ظاہر ہے کہ طلاق واقع ہونے کے بعد اپنے سابق شوہر سے اس کی کوئی قرابت باقی نہیں رہی؛ کیونکہ ازدواجی رشتہ خونی رشتوں کی طرح اٹوٹ رشتہ نہیں ہے؛ بلکہ ایک رشتہ ہے، جو زبان کے بول سے وجود میں آتا ہے اور زبان کے بول ہی سے ختم بھی ہو جاتا ہے؛ اس لئے طلاق کے بعد میاں بیوی میں کوئی قرابت باقی نہیں رہتی، غرض کہ اسلامی قانون کے نقطہ نظر سے طلاق اور عدت گذرنے کے بعد کوئی ایسی بنیاد باقی نہیں رہتی، جس کی وجہ سے مرد پر اس عورت کا نفقہ واجب قرار دیا جائے۔

کیا معاملہ ختم ہونے کے بعد حقوق واجب رہیں گے؟

آخر ایک شخص کا نفقہ دوسرے پر واجب قرار دینے کے لئے کوئی بنیاد واساس تو ہونی چاہئے، اگر اجیر اور آجر کے درمیان اجارہ ختم ہونے کے بعد ایک پر دوسرے کے واجبات عائد نہیں ہوتے، ملازمت ختم ہونے کے بعد ملازم تنخواہ کا مستحق نہیں ہوتا، تو یہ کون سی منطق ہے کہ ایک مرد وعورت کے درمیان نکاح کا

رشتہ باقی نہیں رہا؛ لیکن مرد نفقہ ادا کرتا رہے؟

کیا غیر مند عورت اجنبی کے ٹکڑے جبراً گوارا کرے گی؟

اور پھر کیا کوئی غیر مند شریف عورت اس بات کو گوارا کرسکتی ہے کہ ایک اجنبی اور بے تعلق شخص کے لقموں پر اس کی پرورش ہو، اور ایک ایسے شخص کے سہارے وہ زندگی گزارے، جس نے اسے رد کردیا ہے، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ عقل اور سماجی مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مطلقہ کا اس کے سابق شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہونا چاہئے۔

بیوی کی حیثیت اسلامی لحاظ سے کیا ہے؟

درمیان میں ایک بات یہ بھی ذہن نشین کرلیں: بیوی قرابت میں سے شمار نہیں ہوگی یہ تو واضح ہے، کیونکہ اسلام کے ساتھ تمام ملکی قوانین میں ازدواجی رشتہ ایک معاہدہ ہے، اس رشتہ کو وجود میں لانے کا بھی ایک طریقہ ہے اور ختم کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے، یہ کوئی خونی رشتہ نہیں ہے، جو پیدائش سے موت تک برقرار رہے، اس مخصوص معاہدہ سے پہلے بھی زوجین کا آپس میں کوئی رشتہ ہونا ضروری نہیں اور اس معاہدہ کے ختم ہونے کے بعد بھی، معاہدہ سے متعلق کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا؛ جبکہ قرابت میں رشتہ کبھی توڑا نہیں جاسکتا ہے۔

جہاں تک ملکیت کی بات ہے تو اسلام کی نگاہ میں شوہر و بیوی نکاح کے دو فریق اور زندگی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نہ کہ مالک اور مملوک، اسلام سے پہلے عورت کو بعض سماج میں مرد کی ملکیت اور جائداد تصور کیا جاتا تھا، اسلام نے اس تصور کو مٹادیا اور کہا کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، اسی طرح عورتوں کے مردوں پر ہیں: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (۱)

ہندو مذہب میں بیوی کی حیثیت کیا ہے؟

ہندو مذہب میں حقیقی تصور یہی تھا کہ بیوی شوہر کی ملکیت ہوتی ہے، اور ایک عورت کو ہمیشہ اسی شوہر کے ساتھ بندھا رہنا ہے، وہ اپنے آپ کو اس کی قید نکاح سے آزاد نہیں کرسکتی، غالباً اسی تصور نے "ستی" کے رواج کو جنم دیا، کہ جب شوہر مرجائے تو عورت بھی اس کے ساتھ نذر آتش کردی جائے، پس، چونکہ ہندو سماج

---

(۱) بقرہ ۲۲۸:

میں عورت کے مطلقہ ہونے کا تصور نہیں؛ اس لئے مطلقہ سے متعلق احکام کا بھی وجود نہیں؛ اسی لئے برادران وطن کے لئے یہ بات حیرت انگیز ہوسکتی ہے کہ کوئی عورت جب ایک بار نکاح میں آچکی ہو تو پھر وہ نکاح کی وجہ سے واجب ہونے والے نفقہ سے کیوں کر محروم ہوسکتی ہے؟

لیکن اسلام میں نکاح کا ایک اعلیٰ تصور ہے کہ شوہر و بیوی ایک معاہدہ کے تحت ازدواجی رشتہ کے بندھن میں بندھتے ہیں، اور بڑی حد تک مساوی حیثیت کے مالک ہیں، پھر جب کسی ایک کی خواہش پر نکاح ختم ہوجاتا ہے تو وہ اپنی اپنی زندگی کے بارے میں آزاد ہیں، دونوں کی اس حیثیت کے پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ بالکل معقول بات ہے کہ جب مرد وعورت کے درمیان ازدواجی رشتہ ہی باقی نہیں رہا تو اس مرد پر اس عورت کا نفقہ کیوں کر واجب ہوگا؟

حضرت آدمؑ پر حضرت حواء کا نفقہ

جب بیوی کی حیثیت واضح ہوچکی تو نفقہ کا وجوب بھی سمجھ لیں، قرآن مجید میں تخلیق آدم علیہ السلام کو متعدد مقامات پر مختلف اسلوب میں بیان کرتے ہوئے سورہ طٰہ کے اواخر میں ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دلائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى۔ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى۔ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى۔ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَى۔ (۱)

’’ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا، اس نے صاف انکار کردیا۔ تو ہم نے کہا اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے (خیال رکھنا) ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوادے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔ یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو بھوکا ہوتا ہے نہ ننگا‘‘

اس بارے میں ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس بات سے آگاہ فرمایا کہ اگر شیطان انہیں بہکانے میں کامیاب ہوجائے تو بھٹکنے کے سبب دونوں (آدم وحواء) جنت سے خارج کردیئے جائیں گے، جنت سے خروج کے لیے تثنیہ کا صیغہ ’’فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ‘‘، استعمال کیا گیا۔ مگر اس خروج کے نتیجے میں آفت ومشقت کا سامنا کس کو ہوگا؟ اس بارے میں قرآن نے

---

(۱) طٰہ:۱۱۵۔۱۱۹

صرف آدم علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: "فَتَشْقَىٰ"، یعنی صیغۃ الافراد سے خطاب کیا گیا۔ یہاں "فتشقیا" نہیں کہا۔ خروج کا تعلق دونوں سے ہے مگر شقاوت یعنی بدنی تھکاوٹ صرف آدم سے کیوں؟ وہ اس لیے کہ جنت میں کھانا پینا، پہننا اوڑھنا اور رہنے سہنے کے لیے سکن سب کچھ بغیر کسی محنت ومشقت کے دونوں کو نصیب تھا، دونوں کے لیے میسر تھا۔ لیکن جنت سے خروج کے بعد ضروریات زندگی کی یہ ساری اشیاء بندوبست کرنا مرد کے ذمے ہے، اسی لیے "فَتَشْقَىٰ"، صیغۃ الافراد میں کہا گیا۔ اور اشارۃً یہ بھی بتا دیا گیا کہ بنات حواء کے لیے اشیائے خورد ونوش، لباس اور چھت کی فراہمی ابنائے آدم کی مسؤولیت ہوگی۔

"وإنما خصَّه بذكر الشَّقاء ولم يقل فتشقَيان :يعلِّمان أن نفقة الزوجة على الزوج، فمِن يومئذ جرتْ نفقة النساء على الأزواج، فلما كانت نفقة حوَّاء علي آدم كذلك نفقاتُ بناتها علي بني آدم بحق الزوجية۔ وأعلَمنا في هذه الآية أن النفقة التي تجب للمرأة علي زوجها هذه الأربعة :الطعام والشراب والكسوة والمسكن، فإذا أعطاها هذه الأربعة فقد خرج إليها من نفقتها فإنْ تفضَّل بعد ذٰلك فهو مأجور، فأما هذه الأربعة فلا بدَّ لها منها، لأنَّ بها إقامة المُهجَة"(۱)

ہر حال میں عورت کا نفقہ مرد پر ہی واجب ہے

۱۔ اسلام میں عورتوں کو باربرداری اور نفقہ سے دست بردار رکھا گیا ہے، اس کی پیدائش سے لیکر اس کی موت تک کا خرچ ان کے اولیاء پر واجب قرار دیا ہے، یہ وجوبی ذمہ داری شرعی اعتبار سے سب پہلے والد پر عائد ہوتی ہے۔ "ومن كان له اب من اهل الانفاق لم تجب نفقته على سواه......ولنا أن النفقة على الأب منصوص عليها فيجب اتباع النص وترك ماعداه"(۲) اور شادی کے بعد اس کے شوہر پر ہوتی ہے۔ "نفقة الزوجة واجبة بالكتاب والسنة والاجماع"(۳) شوہر پر نفقہ تب ہی تک واجب ہوتا ہے؛ جب تک کہ وہ اسکی حرم میں (بیوی) رہے۔

۲۔ اگر کسی عورت کو طلاق دی جائے تو عدت کا نفقہ تو واجب ہے۔(۴) اور بہتر ہے کہ یکمشت کوئی رقم

---

(۱) الجامع لأحکام القرآن ۱۱/۲۲۴۔۲۲۵

() المغني: ۸/۲۱٦

(۳) المغنی ۸/۱۹۵

(۴) المحیط البرہانی ۳/۵۵۳

بھی دے دی جائے؛ تاکہ مستقبل کی زندگی کے لئے کوئی سہارا بن سکے، اس کو"متاع" کہتے ہیں، قرآن مجید نے متاع دینے کی ترغیب دی ہے" وللمطلقات متاع بالمعروف"(۱) اور متاع کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، یہ طلاق دینے والے مرد کی استطاعت اور اس کے ظرف کے اعتبار سے ہے کہ جس عورت کے ساتھ وہ زندگی گزار چکا ہے اور جس کو زندگی کی راہ میں اس نے تنہا چھوڑ کر بے وفائی کا ارتکاب کیا ہے، وہ اس کے ساتھ کیا حسن سلوک کرسکتا ہے؛ تاکہ اس کی اس حرکت کی کچھ تلافی ہو سکے۔

۳۔جس عورت کی عدت کا زمانہ لمبا ہو کہ اسے چار پانچ سال کے بعد ماہواری کا خون آتا ہو تو جب تک اسکی عدت ختم نہ ہو تب تک اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔(۲)

متاع کا حکم

اسلام نے مردوں کو ہر حال میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، حتی کہ اگر کسی سے شادی کی اور جماع نہ بھی کیا ہو لیکن طلاق ہو جائے؛ تو ایسی صورت میں رخصتی پر ہدیہ وتحائف دینے کا بھی حکم ہے، تاکہ عورت اس مصیبت سے بآسانی ابر سکے، اسے اصطلاحاً" متعہ" کہا جاتا ہے، ساتھ ہی اگر مہر متعین تھا تو آدھا مہر بھی ذمہ آتا ہے، البتہ اگر بیوی معاف کردے تو الگ بات ہے؛ لیکن زیادہ بہتر ہیکہ مرد عمدہ سلوک کرتے ہوئے پورا ہی مہر دیدے اور اگر نکاح کے وقت پورا مہر دے چکا ہے، تو آدھا واپس نہ لے اور معاف کردے یہ تقوی سے قریب تر ہے، نکاح کی گرہ مرد ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالی نے ان سے ہی کہا تم ہی بہتر سلوک کرو۔(۳)

علامہ وھبہ زحیلیؒ نے اس آیتِ متعہ کے تحت مفصل بحث کی ہے اور متعدد اقوال سے ثابت کیا ہے ،کہ اس کا تعلق صرف قبل الجماع اور بعد الجماع سے نہیں؛ بلکہ ہر معاملۂ طلاق کے ساتھ ہے، کہ شوہر اپنی وسعت کے مطابق ضروری خرچ دیدے، حتی کہ امام شافعیؒ کے نزدیک قول جدید کے اعتبار سے اسے واجب قرار دیا ہے، جبکہ امام احمد اسے مستحب سمجھتے ہیں۔(۴)

اسی طرح علامہ جصاصؒ نے نقل کیا ہے کہ"....وھی مستحبة کالمطلقة بعد الدخول

---

(۱) البقرۃ ۲۴۱:

(۲) فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۴۵۳

(۳) بقرۃ ۲۳۶: آسان معانی قرآن: بلال حسنی

(۴) التفسیر المنیر ۲/ ۳۸۵

، والمطلقة قبل الدخول فی نکاح فیہ تسمیة المھر "یعنی اس حکم میں ہر وہ خاتون جس کا مہر متعین ہو؛ طلاق کے بعد "متعہ" دینا مستحب ہے۔(۱)

عدت کے بعد شرعاً نفقہ نہیں ہے

عدت کے بعد کسی طرح کا کوئی نفقہ یا سکنیٰ شوہر پر واجب نہیں رہتا، اور یہ مسئلہ اجماعی ہے، امت میں کبھی اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہوا، کیونکہ انقضائے عدت پر، سبب استحقاق ختم ہو جاتا ہے، قرآن پاک میں مطلقہ حاملہ کے نفقہ کی غایت، وضع حمل بیان کی گئی ہے، جو اس کی عدت کا زمانہ ہے، پس دوسری مطلقات کا بھی یہی حکم ہوگا، فقہائے کرام نے اس کی صراحت بھی فرمادی ہے، ہدایہ میں ہے : و اذا طلق الرجل امرأتہ، فلھا النفقة و السکنیٰ فی عدتھا، رجعیاً کان او بائناً (۲) جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے، تو اس کے لئے عدت کے زمانہ تک نفقہ و سکنیٰ ہے، خواہ طلاق رجعی ہو، یا بائن۔

عدت ختم ہونے کے بعد بھی قانوناً نفقہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں

ہندوستان کے قانون فوجداری کے دفعہ (۱۲۵) کے مطابق اسلامی قانون میں مطلقہ عورت کا جو نان نفقہ محض دوران عدت واجب تھا اس کی مدت آگے بڑھ کر اس وقت تک طویل ہو جاتی ہے جب تک عورت کا انتقال نہیں ہو جاتا، یا وہ دوسرا نکاح نہیں کر لیتی، اسی دفعہ کے تشریح کے تحت اگر بیوی شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے اور اس کے لئے وہ یہ جواز پیش کرتی ہے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے یا کوئی داشتہ رکھ لی ہے تو یہ جواز معقول باور کیا جائے گا (اور بیوی بدستو نفقہ کی حقدار ہو گی) لیکن اگر بیوی جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہے وہ نفقہ کی مستحق نہ ہو گی۔

دنیا کی عدالتوں میں اس طرح کے قوانین بنے ہوئے ہیں کہ جب اُس علیحدہ ہو جانے والی بیوی کا دوسرا نکاح نہ ہو جائے یا اس کا انتقال نہ ہو جائے اُس وقت تک گھر کا کرایہ اور کھانے پینے کا خرچ دیتے رہنا ہوگا، اس قسم کے قوانین خواہ مختلف عنوان اور نام سے پائے جاتے ہوں مگر اس کے نقصانات معاشرہ پر بہر صورت مرتب ہوں گے، جس کی تفصیل گذر چکی ہے، اگر کوئی خاتون قانون کا سہارا لے کر عدت کے بعد بھی شوہر سے نفقہ کا مطالبہ کرے تو جتنی رقم وہ وصول کرے گی وہ سب رشوت کے حکم میں ہے، عورت پر اس

---

(۱) احکام القرآن ا ر ۴۲۸

(۲) ہدایۃ اولین جلد نمبر ۲ : صفحہ نمبر: ۴۲۳

رقم کا لوٹا واجب ہے، ورنہ کل قیامت میں اسی رقم کی وجہ سے عذاب کی مستحق ہو سکتی ہے۔

عورتیں شریعت سے بغاوت نہ کریں!

بعض مرتبہ مطلقہ عورتوں کو معاشی تنگی سے بچانا، ذہنی وقلبی طمانینت کا کام کرنا بہت ضروری ہوتا ہے ، بالخصوص اس پرفتن دور میں جبکہ مسلم عورتیں بہت کم خود کفیل رہتی ہیں، اور طلاق کے بعد بسا اوقات کوئی بھی کفالت قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتا ہے؛ حتی کہ والد بھی ناگواری کا اظہار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مطلقہ عورتیں بعد از عدت نفقہ کیلئے غیر شرعی عدالتوں کا رخ کر لیتی ہیں، جو ظاہراً ایمان کے مغائر ہے اور قرآن کے حکم کے خلاف بھی ہے!۔(۱)

(۱) النساء ۶۵: